سوانح قاسمی

یعنی

سیرت شمس الاسلام

سیدنا الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی قدس سرہ

حصہ دوم حصہ سوم

رئیس القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مکتبہ رحمانیہ اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

سوانح قاسمی

یعنی

سیرت شمس الاسلام

سیدنا الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی قدس سرہ

حصہ دوم

رئیس القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر

مکتبہ رحمانیہ ۞ اردو بازار ۞ لاہور

ایک ہی کتاب نہیں، آپ کے خطوط میں بھی جو شائع ہو سکے ہیں، شیعوں کے متعلقہ مباحث و مسائل ہی کو ہم زیادہ پاتے ہیں، آپ اس سے زیادہ اور کیا کر سکتے تھے۔ پہلے بھی کہیں ذکر گذرا ہے کہ شیعوں میں وقت کے مشہور مجتہد مولوی حامد حسین صاحب لکھنوی تھے۔ اپنی شان اور اپنے مقام کا خیال کئے بغیر سیدنا الامام الکبیر ان کے پاس پہنچ گئے، جس حال میں پہنچے تھے، اس کا ذکر اپنے ایک خط موسومہ مولوی حکیم ضیاء الدین رامپوری میں بایں الفاظ فرمایا ہے۔

"بے عمامہ در رومال چنانکہ عادت من ست بر مکانے کہ مولوی حامد حسین صاحب لکھنوی شیعی ...... فرودکش بود ندر فتم"

واللہ اعلم بالصواب صحیح طور پر اس کا پتہ نہ چل سکا کہ یہ واقعہ کہاں پیش آیا[۲]۔ یہ خیال کہ لکھنؤ پہنچکر مولوی حامد حسین صاحب سے حضرت والا نے ملاقات کی تھی، بظاہر کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتا، زیادہ قرینہ اسی کا ہے کہ میرٹھ یا سہارنپور یا ممکن ہے دہلی ہی کسی وجہ سے مولوی حامد حسین آئے تھے، اور حضرت والا ان کے پاس پہنچے۔ اس سلسلہ میں کچھ مناظرہ اور مکالمہ کی صورت بھی پیش آئی، اور مولوی حامد حسین صاحب کو اس کا پتہ نہ چل سکا کہ وہ مولٰنا محمد قاسم صاحب سے گفتگو کر رہے ہیں۔ اسی موقعہ پر بجائے مشہور نام کے تاریخی نام خورشید حسن آپ نے اپنا بتایا تھا، تحفہ اثنا عشریہ میں بھی شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنا تاریخی نام غلام حلیم ہی درج کیا ہے۔ اضطراراً بزرگوں کی سنت کی پیروی کی سعادت سمجھنا چاہئے کہ آپ کو حاصل ہو گئی۔

اور مجھ ہی سے یاد ہوگا آپ یہ سن چکے ہیں کہ شیعوں کی طرف سے یہ مطالبہ پور قاضی نامی قصبہ میں جب پیش ہوا کہ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اگر مولوی محمد قاسم ہم لوگوں کو

---

[۱] مولوی حامد حسین کے نام کے ساتھ مجتہد کا لفظ ہی بتا رہا ہے کہ شیعوں میں غیر معمولی امتیاز ان کو حاصل تھا حضرت والا نے بھی ان کا تعارف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "در جواب منتہی الکلام کتابے بسوط مسمی باستقصاء الافحام نوشتہ اند و بزعم شیعیات درمیان زمین و آسمان نظیر ندارند و آفتاب وقت و بدر منیر و بے نظیر اند" ص۶

[۲] یہ واقعہ میرٹھ میں نواب محمد علی خاں کے مکان پر پیش آیا ہے۔ محمد طیب

کرادیں تو ہم تشیع سے توبہ کرلیں گے، تو خلاف دستور حضرت کو جوش آگیا، اوران کے مطالبہ کی تکمیل پر آمادہ ہو گئے، مگر مطالبہ کرنے والے ہی بھاگ گئے۔

اسی پورقاضی ہی کے شیعوں کے متعلق مولانا طاہر صاحب نے اپنے والد ماجد حافظ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے، کہ سیدنا الامام الکبیر جس زمانہ میں پورقاضی پہنچے تھے تو اتفاقاً یہ محرم کا مہینہ تھا، حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر پورقاضی کے شیعوں کو ہوئی تو ایک وفد ان کے سربرآوردوں کا خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور یہ خواہش کی کہ ماتم کی مجلس میں شریک ہوکر پورقاضی کے شیعوں کو ممنون فرمایا جائے۔ خلاف توقع بجائے انکار کے حضرت نے فرمایا کہ میری ایک شرط بھی منظور کی جائے تو میں اس مجلس میں شریک ہو سکتا ہوں، جو شرط پیش کی گئی اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیعوں کے ساتھ حضرت والا کے قلبی تعلق کا کیا حال تھا؟ شرط یہ تھی کہ اسی مجلس میں

جو کچھ عرض کروں، اسے سن لیں۔"

وفد نے اس شرط کو تو منظور کرلیا، مگر اسی کے ساتھ ان کی طرف سے مزید مطالبہ پیش ہوا کہ آپ کے وعظ سے

"پہلے مجلس ہوگی، اس میں حلوا بھی تقسیم ہونا ہے، وہ بھی آپ کو قبول کرنا پڑیگا۔"

آپ نے اس اضافہ کو بھی مان لیا اور حسب وعدہ ماتم کی مجلس میں حاضر بھی ہوئے، حلوا جو دیا گیا اسے بھی لے لیا، جب شیعوں کی پیش کردہ شرائط پوری ہوگئیں، تب ماتم کی اسی مجلس میں حضرت والا نے کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور وصیت

ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی	میں تم میں دو بھاری چیزوں کو چھوڑتا ہوں، اللہ کی کتاب، اور اپنی اولاد

پر ایک مفصل ومبسوط تقریر فرمائی، سننے والے خلاصہ یہ بیان کرتے تھے کہ ہدایت کے لئے حضرت والا نے فرمایا علم وعمل دو ہی چیزوں کی ضرورت ہے۔ علم کے لئے تو اللہ کی کتاب ہے اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت پاک میں نسلی مناسبت کی وجہ سے عمل کی صلاحیت نسبتاً زیادہ ہونی چاہیئے۔

الغرض ماتم کی اس مجلس میں اسی اجمال کی تفصیل کچھ ایسے رنگ میں کی گئی، کہ بجائے ماتم کے وہ تبلیغ کی مجلس بن گئی، روایت کے آخر میں مولانا طاہر صاحب نے اپنے والد ماجد کا حوالہ دیتے ہوئے یہ اطلاع دی ہے کہ

"اس وعظ کے بعد بہت سے لوگوں نے توبہ کی"

بظاہر اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ شیعی عقائد سے تائب ہو کر لوگ سنّی بن گئے۔

اس میں شک نہیں کہ علمی وقار و عظمت کے رکھ رکھاؤ کے لئے عموماً مولویوں نے جن پابندیوں کی رعایت کو ضروری ٹھہرالیا ہے۔ فطرتاً سیدنا الامام الکبیر کی نظر میں ان کو چنداں اہمیت حاصل نہ تھی مولوی حامد حسین مجتہد شیعہ کے گھر میں جس شان سے آپ تشریف لے گئے، خود اس واقعہ سے بھی آپ کی افتاد طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک موقعہ پر ہدیۃ الشیعہ میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے یعنی خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرآن کی اشاعت و نشر میں چونکہ غیر معمولی حصہ تھا، گویا قرآن کے معلّم اور استاد ہونے کی حیثیت ان کو حاصل ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ شیعہ باوجود غیر معمولی کد و کاوش کے قرآن کو زبانی یاد کرنے میں عموماً کامیاب نہیں ہوتے، یہ دلیل ہے کہ استاد کے باطنی فیض سے وہ محروم ہیں، اسی عام مشہور تجربہ کی تائید اپنے چشم دید مشاہدہ سے فرماتے ہوئے آپ نے شیعوں کے ایک عالم جن کا نام مولوی جعفر علی تھا اور شیعوں کے دلّی میں پیش امام تھے۔ اپنے زمانہ میں ان کی ہستی دلی کے شیعوں کی مرجع بنی ہوئی تھی، اور مشہور تھا کہ مولوی جعفر علی صاحب قرآن کے حافظ ہیں۔ ان ہی کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا الامام الکبیر نے لکھا ہے کہ

"ان کے حفظ کی یہ کیفیت ہے کہ رمضان شریف میں غدر سے پہلے بچشم خود اس حقر نے دیکھا ہے کہ جلسہ تلاوت قرآن میں جو دن کو نواب حامد علی خاں کی مسجد میں ہوا کرتا

تھا، مثل دیگر حضار شیعہ مذہب حمائل میں دیکھ دیکھ پڑھتے تھے۔ تس پر بھی دو جگہ غلط پڑھ گئے"۔ ص۵ ہدیۃ الشیعہ

ظاہر ہے کہ حامد علی خاں کی مسجد میں یہ جلسہ جیسا کہ معلوم ہوتا ہے خاص شیعوں کی طرف سے منعقد ہوتا تھا، اور گو یہ واقعہ غدر سے پہلے کا ہے، عمر حضرت والا کی زیادہ نہ ہوگی، ممکن ہے طالب علمی کے دنوں کی بات ہو۔ لیکن اس زمانہ میں خانوادہ ولی اللّٰہی کی وجہ سے شیعوں اور سنیوں کی باہمی کش مکش جس حد تک پہنچ چکی تھی۔ اس کے لحاظ سے میں تو اس کو بھی حضرت والا کی طبعی وارستہ مزاجی ہی کا نتیجہ سمجھتا ہوں، کچھ بھی ہو، کہنا یہ چاہتا ہوں کہ پور قاضی کے شیعوں کی ماتمی مجلس میں آپ کی شرکت اور اسی مجلس میں حلوے کا قبول فرمانا ایک ایسا واقعہ تھا کہ پور قاضی کے سنیوں میں معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ سے کافی کھلبلی مچ گئی۔ عام سنی مسلمانوں پر علماء اہل السنت والجماعت کی وجہ سے اس زمانہ میں قدغن تھا کہ شیعوں کی ماتمی مجالس میں شرکت سے بھی پرہیز کریں اور ان مجالس میں جو چیزیں تقسیم ہوتی ہیں ان کو نہ لیا کریں۔ مولوی طاہر صاحب کی روایت میں ہے کہ حضرت والا سے پوچھنے والوں نے جب پوچھا تو پہلے کچھ اعراض فرمایا گیا۔ لیکن جب زیادہ اصرار اس کی طرف سے بڑھا، تب لکھا ہے کہ واقعہ کو سمجھاتے ہوئے فرمایا گیا کہ

"بھائی اگر کوئی قوی آدمی تھوڑا سا زہر کھالے تو اس کے حق میں وہ نقصان نہیں کرتا، لیکن اسی زہر کو ضعیف اگر کھا جائے تو مر جائے"۔

اور اسی کے بعد دل کی جو بات تھی اس کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا گیا کہ ان کی مجلس میں شریک ہو کر

"اگر میں نے حلوا لیا، اور قبول کر لیا تو ان کی مجلس میں کلمۂ حق بھی تو پہنچا دیا"۔

لہ حلوہ لینا ثابت ہے۔ کھانا ثابت نہیں، اور ہو بھی نہیں سکتا جو ذرا سے مشتبہ مال سے بھی اجتناب کر لینے کے عادی تھے وہ اس حلوہ کو کیسے کھا سکتے تھے۔ یہ قبول حلوہ محض تبلیغ کلمۂ حق کی ضرورت سے کیا گیا۔ جب کہ شیعوں نے کلمۂ حق سننے میں قبول حلوہ کی شرط لگا دی تھی۔ یعنی اس کے بغیر وہ کلمۂ حق سننا نہیں چاہتے تھے۔ پس حضرت نے اس قبول حلوہ کو ادائے فرض کے مقدمہ کی حیثیت سے گوارا فرمایا۔ محمد طیب غفرلہ